



1706

M.A.LIBRARY, A.M.U.



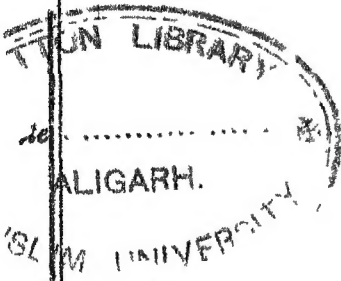
U32174

کتاب



محکم دلائل سے مزین مجموعہ

جس میں مولانا محمد علی مظاہر کا تقریباً تمام کلام شامل ہے



مع مقدمہ

از

جنابے لوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے

نیا ایڈیشن

پینٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۹۱۵ء ۳۱۷

۲۲۲

جوہر (۲۰۱۴)

اوران کی شاعری

داثر - عبد الماجد

عطیہ

ڈاکٹر یونیورسٹی سکس

کار ساز عالم کی کار ساز یون مین شاید سب سے عجیب تر حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے اہم ترین حوادث و تشنگ کے وجود کا ذمہ دار ایسے ذرائع و اسباب کو بنایا جاتا ہے جو بظاہر ان کے قطعی منافی اور عقل بشری کے اعتبار سے بالکل بعید از قیاس ہوتے ہیں۔

بجلی کا خزانہ پانی کے دھارے میں مخفی ٹھکتا ہے۔ آتش سوزان کے شرارے ہری ہری شان و شوکت کی رگڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ خلیل بت شکن کی صدائے توحید جست پرستی کے مرکز سے بلند ہوتی ہے۔ فرعون کی خدائی کا تختہ الٹنے والا، مفتوح و بے بس رہایا کا ایک معمولی فرد ثابت ہوتا ہے۔ آزادی کی شگائیں استبداد کی گہری تاریکیوں سے پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ عقل فرنگ و تمدن جدید کا سر فیکل جگہ ہمارے کرنے کے لیے وہ جو ان ہمت (گاندھی) تیشہ جہاد ہاتھ میں لیکر اٹھتا ہے، جس نے فرنگیت کی فضا میں آنکھیں کھولیں اور مغربیت کے آغوش میں تربیت پائی۔

مادیات و روحانیات، جسمانیات و اخلاقیات، حیوانیات و بشریات کائنات کے ہر شعبہ میں اسی قانون کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ یہی اس قائل کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ "ہماری گھاتین زبردست

ان کی کئی جہتیں اور ہماری ترکیبیں استادانہ ہوتی ہیں۔ اور یہیں یہ درس حقیقت ملتا ہے، کہ عقل بشری سے ماوراء اور انسانی ادراک سے مافوق کوئی اورستی ہے، جس کی چالیں بڑی ہی شاطرانہ ہیں جبکہ استاد ی و خوش تدبیری کے سامنے ہمارے بڑے سے بڑے عقلا و دنگ، بیڑے سے مدبرین حیران، اور بڑے سے بڑے استادان کار کو قدم قدم پر اپنی شکست کا اعتراف اور اپنی در ماندگی اور بے بسی کا اقبال کرتے ہی ہو مکروا و مکروا للہ واللہ خیر الماکرین بنتا ہے۔

یہ اسی ”لطیف“ و ”غیر“ صنایع کی صنعت گری تھی، جس نے بیسویں صدی عیسوی کی روشن خیال، علم پرور، و شائستگی نواز دنیا کو ایک بار پھر صحابہ کرام کے صدقِ عمل، خلوصِ قلب، و پختگیِ ایمان کا زندہ نمونہ دکھا دیا۔ اور اس غرض کے لیے انتخاب ایسے شخص کا کیا۔ جس کی ولادت مادیت کی زمین پر ہوئی، جس کی رضاعت دایہٴ نچریت نے کی، اور جس کی ایک عمر اس طرح گزری، کہ ہر سانس فرنگیت کی فضائیں آتی اور جاتی تھی ورنہ پندرہ سال پیشتر کس انسانی دماغ کو یہ اندازہ ہو سکتا تھا، کون عقل بشری پر پیش بینی کر سکتی تھی، کہ علیحدہ کالج کی روشن خیالی، فرنگی محل کی مولویت سے ہاتھ پر بالآخر بیعت کرے گی۔ انگریزی زبان کا سخن نگار انشا پر داڑ اپنے بہترین اوقات کو حفظ قرآن کے لیے وقف کرے گا۔ مارگولیس کا شاگرد ہمنشاہ کوئین کے عشق میں بلالہ دیس کے جوش جنون کی پادشاہ کرے گا، س ومارلی گلیڈسٹن و بریڈ لاکس مد رستہ تحقیق کے فاضل کو قصباتی قوانین کی ”خیر مذہب“ صدائیں رقص و وجد میں لائیں گی۔ اکسفرڈ کا آئزین برگ جوٹ مسلسلہ عالیہ قادریہ کی غلامی پر فخر کرے گا، نفیس اور بیش ہاسوٹ پنشنے والا

جہانگیر کی بیٹی پُرانی، پہلی پہلی مکی شوق سے اڑے گا، محل کے کوچ اور
پر تکلف مسہری پر ٹیپینے والا، کٹری زمین کے مطلوب فرش پر چلنے کے
چارے ہنسی خوشی کاٹ دے گا، اور صوبہ کے گورنروں پارلیمنٹ کے ممبروں
اور امراء ہندو انگلستان کا وہ عزیز دوست، جس کا ایک دن بھی بغیر
سرکاری ضیافتوں اور پارٹیوں کے بمشکل گزرتا تھا وہ ایک دو وقت
تین، بدقون وہ غذا کھائے گا اور کھا کر رزاق مطلق کا شکر ادا کرے گا
بس کی جانب انسان تو الگ رہے، ان "حکام والا مقام" و "امراء دار" کے
کے بھی شاید غرض نہ کرتے!

انسانی عقل و فہم کو یہ قلب ماہیت یہ تغیر و تبدل، بیشک عجیب معلوم ہوتا
ہے، لیکن کیا اُس ذات کے لیے یہ کچھ بھی عجیب ہے، جو ہر نقطہ و ہر ساعت
موت کو زندگی، پستی کو بلندی، جمود کو حرکت، ضعف کو قوت، مرض کو صحت،
ضلالت کو ہدایت، تشنگی کو آسودگی، خندہ غفلت کو گریہ حیرت، واہ کو آہ
ساز کو سوز، اضطراب کو تسکین میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔



جوہر کی شاعری اُن کے قلب کی زبان، اُن کے جذبات کی ترجمان
ان کے واردات کا بیان ہے۔ آورد، تصنع، و تکلف کا ان کے ہاں
گذر نہیں۔ ان کے قلب پر جو کچھ گذرتی رہتی ہے، وہ بلا تکلف زبان
پر آجاتی ہے۔ اپنی سیرِ باطنی میں وہ جن جن مقامات و منازل سے
گذرتے رہتے ہیں۔ الفاظ سوز و دین انہیں کا عکس ان کی زبان کی بیخ
دیتی ہے۔ تاثر اس طرز سخن کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور یہ وصف ان کے
کلام میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اہل ذوق کو ان کا ایک ایک شعر تاثیر

دوبایا ہوا نظر آتا ہے۔ حکیم شیراز نے صدیوں پیشتر کہا تھا کہ آنکھ از دل
 خیزد و بر دل ریزد یہ قول جو ہر کے کلام پر حیرت بھرت صادق آتا ہے۔
 ان کی ہر اکوار از دل سے اٹھتی ہے، اور اسی لیے دل ہی چرا کر بیٹھتی ہے
 ان کی شاعری گل و بلبل زلف و کاکل، خط و عارض سے کیسے ہی پایہ
 ہے۔ ان کا کلام ایک حقیقی مسلم کا کلام ہے۔ ان کے جذبات تمام تر وہ ہیں
 جو ایک مومن عداوق کے ہونے چاہئیں۔ بے شبہ ان کی شاعری بھی
 چاشنی عشق سے بیگانہ نہیں، بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق کی کسک ان کے
 ایک ایک مصرعہ میں موجود ہے۔ البتہ اُن کا معشوق نہ ایران کا "بہر خط"
 ہے نہ ہندوستان کا "بت سین بدن" نہ اُس کی کمر معدوم ہے نہ اس کا
 دہن غائب۔ نہ اس کے ہاتھ میں خنجر شمشیر اور نہ وہ بریلی کے سرمہ سنی کا
 قدردان ہے۔ اُن کا معشوق ان تمام مفرقات سے ارفع و منزہ ہے۔
 ان کا معشوق مردہ نہیں، زندہ ہے۔ فانی نہیں باقی ہے۔ سفاک، ہنسگر
 نہیں، رحمن و رحیم ہے۔ ان کا محبوب وہ ہے جو ہر مسلم بلکہ ہر مسلم الفطرت
 انسان کا ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا الشَّدَّ حَبِيبًا ۝ (بقرہ - ع - ۱۷۰)

(اہل ایمان تو معشوق حقیقی بہر دل و جان سے فریقہ رہتے ہیں)

ان عاشقوں کا ایک پیشوا سات سو سال اُدھر یہ تعلیم دے گیا ہے کہ
 جملہ معشوق است و عاشق پردہ زندہ معشوق است و عاشق مردہ
 عشقائے کرپہ رنگے بود عشق بود عاقبت رنگے بود
 ترا کہ عشق بُردگان پایندہ نیست چونکہ مردہ سوئے یا آئندہ نیست
 عشق زندہ در روان و در بصر ہر دے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق آن زندہ گزین کو باقی ست وز شراب جانفزایت ساقی ست
 عشق آن بگزین کہ جہلہ انبیا یافتند از عشق او کار دکیا
 عشق بر مردہ نہ باشد پایدار عشق را بر حی و بر قیوم دار
 اس عشق کا دوسرا نام ایمان کامل ہے، اور جوہر کا کلام انھیں جذبات
 ایمانی کا مرقع ہے۔ کہیں وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کا بیان کرتے ہیں۔
 کہیں لذت عشق کی کیفیت کو الفاظ سے ادا کرنا چاہتے ہیں، اور کسں راہ عشق
 کی دشواریوں اور سختیوں کی داستان مرے لے لیکر سناتے لگتے ہیں۔

ان کی پہلی نظر بندی (۱۱ تا ۱۹) ان کے حق میں اکسیر ثابت
 ہوئی۔ اوہام کا رنگ دور ہو گیا حجابات اٹھنے لگے، اور نظارہ جمال کی سیدھے پردہ
 ہونے لگا۔ ذیل کے صاف و سادہ اشعار میں ذرا دیکھنا کس مرے سے اپنی
 آپ بیتی سناتے ہیں۔

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھیے کب در میخانہ کو شر کھلے
 رات تلچٹ تک نہ چھوڑی تہ کہیں راز ہائے بادۂ وساغر کھلے
 رونمائی کے لیے لایا ہوں جان اب تو شاید چہرہ انور کھلے
 یہ نظر بندی تو نکلی رتو سحر دید ہائے ہوش اب جا کر کھلے
 اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم حق کے عقدے اب کہیں ہمیر کھلے
 اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے
 فیض سے تیرے ہے لے قید فرنگ بال پر نکلے قفس کے در کھلے
 جیتے جی تو کچھ نہ دکھلا یا نگر مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

آخری شعر میں زندگی بے مراد مادیت عقلیت کی زندگی ہے، یعنی جب
 تجہر کی عقلیت و مادیت کی زندگی فنا ہو چکی۔ اس وقت جا کر جوہر اصلی کھلتا

شروع ہوئے۔

عشق کا کمال یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو معشوق کی شخصیت میں بالکل فنا کر دیا جائے طالب اپنی ذاتی خواہش و ارادہ کو مٹا کر اپنے تئیں بالکل مظلوم کے ہاتھ میں دیدے جو کچھ دیکھے اس کی آنکھوں سے دیکھے جو کچھ سنے اس کے کانوں سے سنے جو کچھ کہے اس کی زبان سے کہے اس کی راہ کی ہر صفت کو عین راحت سمجھے اپنی آسائش عزت ناموس بلکہ زندگی تک کو اسکی خوشی پر قربان کر دے ہمت و استقامت کا سرشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اُس کی توفیق اور اپنے خلوص نیت پر اعتماد رکھے جو ہر ان تمام مراتب کی تشریح کرتے ہیں تسلیم و رضا کا شیوہ ایسا ہے جو ہر بلخ کو شیریں ہر صفت کو راحت ہر آگ کو پانی بنا دیتا ہے۔

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزادیکھ دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے صفت کی فضا دیکھ تمام گذشتہ عاشقوں کی سرگزشت اسی تجربہ کی تائید میں ہے۔ ان کی مثال سے تو گرفتار محبت کو ہمت کا سبق لینا چاہیے۔

ہے سنت ارباب وفا صبر توکل چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامن خدا دیکھ دنیا کے سب سے بڑے عاشق کامل کی نظیر سب سے زیادہ سبق آموز و ہمت افزا ہے۔

دشت رہ غربت میں اکیلا تو نہیں تو بٹھا کے ہوا چراگ تو نقش کھتا پا دیکھ اگر اُدھر سے توفیق شامل حال ہو جائے تو ایک مشت پرین خدائی کی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان کا اپنی کمزوری کا اندر پیش کرنا صفت ایمان خالص عشق کی دلیل ہے۔

تو طیر ابابیل سے ہرگز نہیں کمزور بیچارگی پر اپنی نہ جا شان خدا دیکھ

اس طرز زندگی میں جو لطف ہے، اُسے کچھ وہی خوب جانتے ہیں، جن پر گز رہی ہے۔ ۵

اس طرح کے جینے میں بھی رہنے کا مزہ ہے۔ قسمت میں ہی ہے کہ ابھی اہ قضا دیکھ
مظلوم و جانناز حسین ابن علی کے رنگ مقبولیت کو دیکھنا، اور پھر ذرا
اس کا مقابلہ ظالم و خود پرست یزید کی ملعونیت سے بھی کرنا۔

خلیلِ بے شکن و اسماعیلِ ذبیح سے لیکر منصور و سرمد تک ہزار ہا عشاق
سرکشت نظر آرہے ہیں، اور قتل کی لکشی ہے، کہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ ۵
اللہ کے بانکوں کا بھی ہے رنگ نرالا۔ اس سادگی پر شوخی خون شہدا دیکھ
اس دربار میں نذر مقبول صرف خلوص نیت و صدق عمل کی ہوتی ہے۔

ملج کے سکون کا اس دیار میں چلن نہیں۔ ۵
ہو حسن طلب لاکھ، مگر کچھ نہیں لٹا۔ ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ
دشمنانِ اپان و منکرینِ عشق کو کیا خبر کہ نظر بندی نے کس طرح فاسق کو
عارف، کور کو بنیا، اور کثیف کو لطیف بنا دیا ہے۔ بُت کے بندہ کو اب اپنے
اللہ کے بندہ ہونے کا احساس ہو گیا ہے۔ اور اس احساسِ عہدیت نے
اس کی جنبش لب اور عرشِ اعظم کے درمیان وہ سلسلہ ربط قائم کر دیا ہے
جس کی دید سے عقل و علم کی آنکھیں محروم ہیں۔ ۵

ہوں لاکھ نظر بند و عابند نہیں ہے۔ اللہ کے بندوں کو نہ اس طرح ستا دیکھ
تغذیراتِ حکومت و منوابطہ استبداد کی عمر کتنی؟ ہر گردنِ اودماند ویراں
البتہ عاشق کی زندگی و امانِ ابد سے بندگی ہوتی ہے۔ یزید کے جاہ و اقتدار
کی خاکستر تک چشمِ زندن میں اڑ گئی جھین کے خون کی ہر لونڈ دنیا کو آبِ حیات
پیار ہی ہے۔ ۵

خوتیری دوروزہ مرا بیان ہے ازل کا۔ پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ
جادہ عشق کو چھوڑ کر راہ ہوس پرستی پر چلنے والوں کا تجربہ یہ ہے کہ اس
”سبز باغ“ پر بہار کا سایہ بھی نہیں پڑنے پاتا، اور یاس و حران کے مسموم آئین
کی لپٹیں دائمی طور پر اس کے نصیب میں رہتی ہیں۔ ۵

عقبیٰ تو کہاں وان نہیں نیا کا بھی کچھ ٹھیکہ اُس کا فریب نصیب ہے دل تو بھی لگا دیکھ
لحد فی الدنیا خیزی ولحم فی الآخرۃ عذاب عظیم (تقریباً ۱۴۰ ع)
یہ ایک غزل کے چند اشعار تھے۔ اب ایک اور غزل ملاحظہ ہو۔
بے بصرون کے لیے موت سے بڑھ کر کوئی درد انگیز و اندوہناک واقعہ
تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن تدبیر ہر مکانی چھٹا پٹ
عمل میں لائی جاتی ہے، لیکن لذت آشنایاں عشق جانتے ہیں کہ راہ حق میں
شہادت حیات جاودانی کے مرادف ہے اور اگر شوق بچا ہے تو پہلے اپنے
ستارے اس راہ میں فزا کر کے دیکھنا چاہیے۔

وَلَا تَحْزَنْ اَلَّذِیْنَ فُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَالُکُمْ اَمْوَالُکُمْ یَوْمَکُمْ یَرْجُؤْنَ
فِرْحٰتَکُمْ یٰۤاَھْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اللّٰهُ مِیْنُ فَضْلِہٖ۔ رآل عمران۔ ۷۰

جو کہو اس واسطہ الہی پر اعتماد کامل ہے۔ اور وہ اس تمیق کے ساتھ جو
ایمان کامل ہی سے پیدا ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں۔ ۵

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے۔ پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے
سرخ رو مسخ پوش شہید و شہت کر بلا کا خوں چکان کفن ان کے دامن دل
کو کھینچ رہا ہے۔ ۵

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو خوشیوں ہی پیغام تھا سیسے لیے
شہد ار راہ حق کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ نطق بشری بیان سے عاجز ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
 اعْلَمُوا دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ هَ يُنْفِقُونَ مِنْ ثَمَرِهِمْ بِرَحْمَةٍ
 عِنْدَ رَبِّهِمْ وَأَنْ يَخْتَصِمُوا لَمْ يَكُنْ فِيهَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ خَلِيدِينَ فِيهَا أَكْبَرُ إِنَّ اللَّهَ
 عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (توبہ - ۲۷)

رہنے والے الہی کا درجہ تو الگ رہا دینی رتبہ یہ ہے کہ میدان جنگ میں قوم
 رکھتے ہی حوران جنت کا پیام آرزو پہنچنے لگتا ہے ۔ ۵

یہ عوہ ہستی کی طرف سے ہے بلاوا لبیک کہ مقتل کا صلہ میسے لیے ہے
 کامیڈ کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع موجود
 تھے ۔ ہندوستان کا ذکر نہیں ، انگلستانی صحافت میں بلند سے بلند کرسی
 ادارات اس کے لیے خالی تھی ، مناصب سرکاری میں بڑی سے بڑی رفعت
 اس کے لیے چشم براہ تھی ، عزت ، ثروت ، اقتدار ، وجاہت ، کے اصنام کبیرہ
 نے قدم قدم پر اسے نبھایا ، لیکن اس کشتہ عشق نے ماسوا کی جانب نظر اٹھانا
 بھی گناہ سمجھا ، اور سارے رشتے توڑ صرف ایک کا ہو رہا ۔

آکس کہ تراشاخت جان اچہ کند فرزند عیال خان و مان راجہ کند
 دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانہ تو ہر دو جہان راجہ کند
 جو ہر کی شخص زندگی سے واقفیت رکھنے والے خدائے حاضر و
 ناظر کو درمیان ڈال کر اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ دلی
 کے اشعار سخن گوئی ، لفظ تراشی ، و تافیسہ پیالی کے نتائج نہیں ،
 بلکہ ”آپ بیٹی“ کے چند ابواب میں ، مفروضات نہیں واقعات
 ہیں اور اس زندگی کے واقعات جواب حسنا اللہ و نعم الوکیل
 کے ماتحت بسر ہو رہی ہے ۔ ۵

میں کھو کے تری راہ میں سبکدوش دنیا سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا کیسے لیے ہے
 توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے ٹھائیسے لیے ہے
 کیا فرمے جو ہوساری خدائی ربیب خدا میرے لیے ہے
 حق کوئی دھن پرستی کا صلہ یوم آخرت کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس
 نسیہ کے ساتھ کچھ قیمت نقد بھی وصول ہو جاتی ہے۔ صدق مطلق کا وعدہ
 ہے۔ **لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَهُمْ**
الْبَقِيَّةُ فِي الْحَيَاةِ البقیہ یہ اور بات ہے، کہ کبھی کبھی یہ انعام و امتیاز دار و رومن و سلاسل
 زندان کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ بہر صورت جو ہر کا ذاتی تجربہ تو یہ ہے
 انعام کا عقبی کے تو کیا پوچھنا لیکن دنیا میں اس ایمان کا صلہ میرے لیے ہے

حسن مطلق نے جب مرتبہ اطلاق سے قید و تعین میں آنا چاہا تو اپنا
 منظر اتم اس سستی بشری کو بنایا جسے ہم خاتم رسالت صلعم و سرور کونین کے
 القاب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ذات اقدس ذات باری ہی کی طرح اپنی
 فیض رسانی و مبعوع خلافت ہونے میں ہمہ گیری و جامعیت کی حیثیت رکھتی ہے
لَهُ رُتَبَاتٌ لِّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَنْبَشِرُوا بِأَجْنَافٍ آلَتْكُمْ دَعْوَةَ اللَّهِ مِنْكُمْ فَبَشِّرُوا بِمَا كُنْتُمْ تُوعَدُونَ اُولَئِكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ
 فِيهَا مَا كُنْتُمْ تُرِيدُونَ وَلَكُمْ فِيهَا مَا كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (حجہ سجدہ - ۴۲)
 ۴۵ الذین یبلغون رسالت اللہ و یخشونہ و لا یخشون احدًا الا اللہ و کفی
 اللہ حسیباً (احزاب - ع - ۵)

۴۶۔ فَمَنْ يَوْمُنَّ بَرًّا فَلَا يَخَافُ فَهُمْ غَنِيًّا وَلَا يَرْجِعُ ۚ
 وَبِئْسَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا جَزَاءُ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (زمرہ - ع - ۶)

اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی آفتاب سے اخذ کر کے پر مجبول ہے۔ وَاِذْ اخَذَ
 اللّٰهُ مِيثَاقَ الْبَنِيْنَ ۖ لَمَّا آتٰكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ
 لِّمَا مِنْكُمْ لَنْتُؤْمِنُوْا بِهِ وَلَتَنْصُرُوْهُ ۚ قَالَ ؕ اَقْرَبُ مِنْكُمْ وَاَخَذَ مِنْهُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰمِنِيْنَ ۚ
 فَآلَوْا بِاَقْرَبٍ ۚ وَنَاثَرَا ۚ فَاشْتَمَلُوْا ۚ وَاِذْ اَنَامَكُمْ ۖ فَاِنَّكُمْ مِنْ السَّاعِدِيْنَ (ال عمران - ۹)

خواجه کوئین و سلطان ہمہ آفتاب جان و ایمان ہمہ
 خواجگی پر دو عالم تا ابد کردہ وقت احمد مرسل احمد
 اس کی اطاعت عین اطاعت خدا، اس کی محبت عین محبت حق،
 اس کا عشق عین عشق الہی ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق الہی کی دستاویز
 مستند ہی نہیں قرار پاسکتی، جب تک اس پر عشق رسول کی تربیت نہ ہو۔
 در مقام ملی مع اللہ از کمال اتصال
 از خدا بنود خدا همچون شمع از آفتاب

جو ہر کا دماغی نشوونما اس فضا میں ہوا، جہاں اس سردار دو عالم صلعم کی
 حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک نیک نیت صلعم قوم کی تھی، جس طرز کے صلعم
 ہر زمانہ ہر ملک اور قوم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ اکثر روشن خیال
 محققین کے نزدیک تو (نمود باشد) اس سے بھی پیست تر تھی۔ جو ہر کی نظر
 سلیم و ذوق ایمانی کا کمال یہ ہے کہ اس غذا سے پوری طرح نشوونما حاصل
 کرنے اور اس فضا میں سالہا سال تک سانس لیتے رہنے کے باوجود اس
 زہر کے اثر سے بالکل محفوظ رہے اور طوفان "عقلیت" کے شدید جھوٹکوں
 کے درمیان بھی ان کے گوشہ قلب میں محبت رسول کا نور اپنی نورانیت
 و ضو میں برابر ترقی کرتا رہا تا آنکہ ایک عالم اس کی ضیا گہتری سے منور ہو کر
 ۱۹۱۶ء میں راقم سطور کا ایک فلسفہ اندہ سال انگریزی زبان میں

شائع ہوا۔ چھند واڑہ کے اسیر رنگ نے اس پر اپنے عنایت ناموں میں
 نہایت تفصیلی تبصرہ کیا۔ راقم پر اس وقت تک "مخلیت" کی لعنت پوری
 طرح مسلط تھی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت پر حیرت ہوتی تھی کہ کامرپڈ کے اڈیٹر کی
 ایک ایک سطر عشق رسول کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اسیری اور
 آزادی، گویائی و خاموشی، زرمہ سخی و زبان بندی کے انقلابات اس پھر
 کی تربیت کرتے رہے۔ ۱۹۲۳ء میں اس کی آب و تاب اس درجہ کو پہنچ گئی
 کہ بعض وہ قلوب بھی جو اتحاد و تخلیت کے مرکز ظلمات تھے، برتو اور سے
 جگمگا اٹھے۔

نعت گو شعرا اردو میں کثرت سے ہو چکے ہیں اور بعض کو شہرت عام
 سند امتیاز بھی دے چکی ہے مثلاً محسن کا کو روی، اسی غازی پوری لیکن
 ان حضرات نے عموماً شاقب کے صرف خارجی پہلوؤں پر قناعت کی ہے
 اور ان کو بھی کثرت تکہ ار نے کسی قدر بے لطفت بنا دیا ہے۔ ربیع انور کی
 سیابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی گنجی وغیرہ گنتی کے چند
 بندھے ہوئے مضامین ہیں کہ انھیں کو الٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھے
 رہتے ہیں۔ جو ہر کی شاعری چونکہ رسمی و تقلیدی نہیں اس لیے اس نے
 اس باب میں بھی اپنے لیے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا یعنی بجائے حاجیت
 کے داخلیت کو اپنا موضوع بنایا، اور بجائے اُستار و شائل کی نقاشی کے
 جذبات و واردات کی ترجمانی کی۔ یوسف کا حسن، لیلیٰ کی محبوبی، سلم پیر کی
 ان کے قصائد مدح میں قلب انسانی کو وہ لذت تو نہیں حاصل ہو سکتی،
 جو زلیخا کی بقراری اور جنون کی آہ و زاری کی داستان میں ہے۔
 محمد علی کا اصلی موضوع حسن کی رعنائی، جمال کی زیبائی نہیں، بلکہ وہ دل کی

چوٹ عشق کی تڑپ جذبات کے سوز کو سامنے لا کر رکھ دیتا ہے اور یہی
اُس کے کلام کی تاثیر کا راز ہے۔ آقا لاکھ کریم و فیاض ہو، اس کے بیان
میں وہ درد و اثر کیسے پیدا ہو سکتا ہے جو غلام کی جانب سے محتاجی و در ماندگی
کے عرض حال میں ہو گا۔

اس مجموعہ میں خالص نعتیہ اشعار تعداد میں چند ہی نظر آئیں گے لیکن
حقیقت یہ ہے کہ ان چند میں سے ہر کجائے خود ایک دفتر ہے دفتر علم بے معنی
نہیں، دفتر عشق بامعنی۔

”وفا میرے لیے ہے“ وفا میرے لیے ہے“ کی زمین میں مضامین توحید
سے لبریز منزل کئے بیٹھے ہیں کہ یاد آتا ہے، کہ کبھی خلیل کا طوائف بننے آرام گاہ
حبیب کی آستان بوسی کے، مذہب عشق میں معتبر نہیں فوراً قلم کی رہا
درد و خوانی میں مشغول ہو جاتی ہے۔ ۵

لے شافع مشر جو کرے تو نہ شفاعت پھر کوئی ہاں تیرے سوا میرے لیے ہے
کیون ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرائے اچھے تو سبھی کے ہیں برائے میرے لیے ہے
حضرت اسی غازی پوری کا ایک پر کین مطلع ہے ۵

جیسا تو جا کے یہ کیو مرے سلام کے بعد
تھارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد
جو تہر بھی اسی کے میں کچھ لاپتہ ہیں ۵

تھارے فضل کے بھوکے تھیں کہتے ہیں کہ عید آئیگی بیشک یہ صیام کے بعد
زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک کہ وحی بند ہوئی سیلا نام کے بعد
کلام جدید میں اشعار ذیل عاشق رسول ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں ۵

۵ حدیث مروی ہے۔ الطالحون لی۔ مشر من بدکاروں کا ساتھ میں دو نگار

الہی شکر ترا بھر صیام آیا مہ صیام نہیں عید کا پیام آیا
 گھڑی کو پی مبارک تھی کل جانکے لیے حرامیں ش سے اقرار کا جب پیام آیا
 جب اپنی پوری جوانی یہ آگئی دنیا تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
 میں اُس پہ چون درود و سلام کس سے کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
 نبی سے ملتے ہی اسلام کی سہم تھا وہی جو بن کے کفر کی تشریفے پیام آیا
 سارے مجموعہ کی جان وہ غزل ہے جو بجا پور جیل میں اسی سال موزون
 ہوئی ہے۔ ان اشعار کو پڑھنا اور ذرا فیصلہ کرنا کہ شاعر الفاظ کو مرتب کر رہا
 ہے، یا عاشق بارہ ہائے جگر کو خوان عشق میں لگا رہا ہے۔ یہ جذبات مسیوین
 صدی عیسوی کے ایکت نجری کے ہو سکتے ہیں، یا اخیر القرون کے ابرار و انیار
 کے؟ ذالک فضل اللہ یوتیہ۔ من شاء۔ ۵
 تنہائی کے سبب ہر تنہائی کی سبائیں اب ہونے لگیں اُن سے غلوت میں ملا تائیں
 ہر آن تسلی ہے ہر خطہ تشفی ہے ہر وقت ہے دجوتی ہر دم ہیں مدار تائیں
 کوثر کے تقاضہ ہیں تسنیم کے ہیں عدے ہر روز یہی چچے ہر رات یہی بائیں
 معراج کی سی حاصل سجد و نہیں ہے کیفیت اک فاسق فاجرین اور ایسی کراماتیں
 بے مایوسی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں بھیجی ہیں و دو کی کچھ ہے بھی سوغاتیں
 قابل رشک ہے وہ صفا کے قلب جس پر ان تجلیات کا ظہور ہو مستحق
 تبریک ہے وہ سینہ جو اس بار امانت کا تحمل ہو، اور لائق صد تکریم و احترام
 ہے، وہ ذوق ایمان، وہ عشق خدا، اور وہ عشق رسول، جو خاک کو پاک ذرہ کو
 آفتاب اور فاسق کو ولی بنا دے۔



جو ہر کے جو ہر معنوی پر ایک سرسری نظر ہو چکی، لیکن شاعری کا تعلق محض

قلب ہی سے نہیں زبان سے بھی ہے۔ اور محمد علی تو یقیناً صاحب دل ہونے کے ساتھ صاحب زبان بھی ہیں۔ ان کا مخصوص پیام دعوت ایمان ہے لیکن اس پیام کو جس شیرینی و شگفتگی کے ساتھ وہ ادا کرتے ہیں وہ بجائے خود ایک چیز ہے۔ عام عاشقانہ مضمنا میں کو جس قدرت فن کے ساتھ وہ ادا کر جاتے ہیں۔ اس پر ابیت ناز کرتی ہے اور خوش بیانی اس سے مرہ لیتی ہے۔

شعری بیان لطیف زبان، حسن ادا، زنگین خیالی اور عاشقانہ مضمون آفرینی کا اگر نمونہ دیکھنا ہے تو اشعار ذیل پر ایک نظر کرتے ہیں۔

خوگر جو رہ تھوڑی سی جفا اور سی اس قدر ظلم یہ قوت ہے کیا اور سی
کشور کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو میر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سی
ہم وفا کشیوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت شمع محفل جو وہ کا فر نہ رہا اور سی

جینا وہ کیا کہ دل میں ہوتیری آرزو باقی ہے موت ہی دل بے مدعا کے بعد
تجربے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے۔ میرا لہو بھی خوب ہے تیری خنک کے بعد
اک شہر آرزو ہے بھی ہونا پُر اجس۔ ہل میں منور کیا کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
لذت ہنوز ماندہ عشق میں نہیں آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

ہے رنگ کیوں یہ ہلکو سردار دیکھ کر دیتے ہیں بادہ ظرافت خوار دیکھ کر
اس شان ایسا زکو دیکھو کہ اہل کفر مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھ کر
تیرنگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ باہم دل جگہ کی یہ تکرار دیکھ کر
ہر سینہ آج ہے تیرے پیکان کا منتظر ہوا انتخاب اسے نگہ یار دیکھ کر

ہے رشک کیوں یہ ہکو سردار دیکھ کر
اس شان اختیار کو دیکھو کہ اہل کفر
تیرنگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ
ہریشہ آج ہے ترسے پر کان کا منتظر

وتیے بین بادہ طرف قلع خوار دیکھ کر
سوں سمجھ ہے جن میں خوار دیکھ کر
باہم دل دھج کر کی پتھر ار دیکھ کر
ہوا آغاب لئے نگہ یار دیکھ کر

یا وطن نہ آئے ہیں کیوں وطن سے دور
آسان نہ تھا قرب شیریں کیا ہوا
ہے بغیر کربلا سے بھی قرب زریں بھی
میرات تھے لاف شوق پر عجب سن بھی

جاتی نہیں ہے لیے جن کیا چین سے دور
آتش کو کوئی رکھ نہ سکا کو کین سے دور
اور چاہتے ہیں کہ نہ ہوں بچن سے دور
یہ طائفہ عجب ہے کسار دوزن سے دور

مولانا محمد علی کی شاعری کی ابتداء کیونکر ہوئی؟ کس سے تلمذ ہے؟
وہ سیانی منابع ارتقا کو کیا طے ہوتے تھے؟ وہ خود اپنی شاعری کی بابت
کیا کہتے رکھتے ہیں؟ خوش قسمتی سے ان تمام سوالات کا جواب خود موصوف
کے قلم سے ان کے اُس عنایت نامہ میں موجود ہے، جو ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء
کو چنبرہ وارہ سے راقم سطور کے نام لکھا تھا، اور جس کے ساتھ اپنی متعدد
مضامین بھی عنایت کی تھیں۔ ذیل میں ان کے مکتوب گرامی کے اس جزو
کو تمام و کمال نقل کیا جاتا ہے جو ناظرین کے لیے یقیناً خاص دلچسپی کا
باعث ہوگا۔

”آپ میری شاعری کا کیا پوچھتے ہیں، بچپن میں تو بہت سے سامان
ایسے ہم ہو گئے تھے کہ میں آج زلت و ابرو کی تعریف میں خاصے شعر
نکال لیا کرتا رام پور میں اُس زمانہ میں پیدا ہوا تھا جب گھر گھر مشاعرہ

ہوتا تھا، داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج، دہلی اور لکھنؤ کے آسمانوں کے
 ٹوٹے ہوئے ستارے سب رام پور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے
 خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا تین چار عزیز استاد داغ
 کے شاگرد ہوئے جن میں ایک میرے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خان صاحب
 گوہر اور میرے چچا زاد بھائی اور غر غط علی خان صاحب اور ان کے بھائی
 حافظ احمد علی صاحب شوقی شامل تھے۔ گھر پر بارہا مستاعرہ ہوا، پھر داغ
 کو ذاب کلب علیجان صاحب مرحوم نے جن کی نظر ہمیشہ کفایت شعاری
 پر رہتی تھی، ازراہ پرورش سرکاری مصطل کا داروغہ بھی کر دیا تھا، تاکہ
 وظیفہ محض کا ربکاران کی نذر نہ ہو، یہ میرے مکان کے عقب میں تھا،
 اس لیے روزانہ کی زیارت یوں ہی ہو جاتی تھی، اور اب اس بذلہ سنج کے
 شعر کا لطف اٹھاتا ہوں، جس نے داغ کے اس تقریر کا تھا ممکن ہے
 کہ اس سے تاریخ بھی نکلتی ہو کہ

آیا دہلی سے ایک مشکلی خر آتے ہی مصطل میں داغ ہوا
 رد داغ کی غزل یاد کیجیے ۵

آج حضرت جہان سے داغ ہوا خاؤ عشق بے چراغ ہوا
 اس پرستیزا دیہ کہ ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے جو ہاے
 مکان سے دور نہ تھا، اور مجھے بھی لیجاتے تھے۔

داغ نے پہلے دن پوچھا کہ کو کچھ شعر بھی یاد ہیں، میری عمر بہت ہی کم تھی
 مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کرادیے تھے، جنہیں میں نہایت زور اور شان سے
 کرکس کر پڑھا کرتا تھا، میں نے داغ ہی کے چند شعر انھیں سنا دیے سنکر
 پھر کس گئے۔ اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا، کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔

جناب والا اس کے بعد اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ شعر و سخن کے گو دین
 پلا ہوں۔ تو بچا نہوگا۔ مگر میرا دعویٰ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے، سینے
 میں نہ صرف شعر و سخن کی گو دین پلا ہوں، بلکہ اُس کی توذکر کو داہون
 آسے ہاتھی بنا کر پیچھے پر سوار ہوا ہوں۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی
 نہیں رہی ہے جو میں نے شعر و سخن کی شان میں نہ کی ہو۔

میری پیدائش ۱۸۷۷ء کے اوائل کی ہے۔ میں نے دس برس ہی کی
 عمر میں بہت سے لغو و فضول شعر مگر بامعنی اور موزون کہے تھے اور اچھا
 ہوا کہ اب کسی کو یاد نہیں ورتہ جب میرے

یعنی گورنمنٹ کی طرف سے نہیں بلکہ بقول آپ کے میری "امت کی
 طرف سے" لکھنے کا وقت آتا۔ تو میرے سیرۃ نگار کو سخت مشکل کا سامنا
 ہوتا کہ اس پھر پوچھ کر دی دان بلکہ آتش دان کے نذر کیا جائے یا سیرۃ
 پیشوائے قوم و ملک میں جگہ دی جائے، ہمدرد کے سنسنے رجن کا چند ماہ
 کے بعد ہی انتقال یکایک ہو گیا تو ہمدرد میں سے ایک بار چڑیا چروٹے
 کی کہانی کو بھی رجحان استعانتا درج کی گئی تھی (خارج کر دیا تھا اور اعتراض
 کیا گیا تو کہا کہ بھائی ہے تو چڑیا چروٹے ہی کی کہانی اور مطلب بھی صاف
 معلوم ہوتا ہے، مگر ہمدرد والوں سے دُری لگتا ہے۔ اور روٹی کا معاملہ ہے
 نہ معلوم اس میں بھی کچھ نہر بھر دیا ہو، اور جواب دہی ہمارے سر اُڑے۔ آپ

نفسیات کے اہر میں، کیا ممکن نہیں کہ میرا بوجھ والا سیرۃ نگار باوجود
 نقاد و سخن ہونے کے محض بطل پرستی کے باعث یہ خیال کرنے لگا کہ نہ معلوم
 کیا کیا اسرار اس بظاہر پھر پوچھ میں پوشیدہ ہیں۔ اور آنے والی نسلیں
 ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوں اور اُن اسرار سے واقف

او کر دینا کوئے نئے معلولات اور عجیب عجیب انکشافات سے مالا مال کر دیں
 اس لیے ہر سچے کہ انہیں داخل ہی کر دو۔ اور اسی طرح ہمیشہ کے لیے
 میری پوچھ گوں باقی رہتی اور قیامت کے دن استاد داغ میرا دامن پکڑتے
 کہ خود بھی بدنام ہوئے اور میں بھی بدنام کیا۔ خیر اب سنیے کہ گیارہ برس
 کی عمر میں میں علیگڑھ گیا۔ ایک بڑے بھائی نے میری موزوں گوی کا ذکر
 مولانا شبلی مرحوم سے کیا۔ دوسرے نے میرے حافظہ کی تعریف کی کہ
 "الما مومن نیر پر رکھا تھا۔ اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اور ایک دن میں نے آئین
 کے تلس پر جو مرثیہ ہے۔ اس کا ایک شعر عربی کا پڑھا۔ تو اس کا مجھے ترجمہ
 سنا دیا۔ حالانکہ عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ مولانا کو یقین نہ آیا اور آسمان
 کی عرض سے ہم بلائے گئے پہلے ماسون کی اولاد کی فرست آگئی۔ پھر اس کا
 حلیہ پوچھا۔ جب اس میں پاس ہو گئے تو ایک شعر عرض اسی وقت دیا۔
 اور کہا کہ شعر لکھو۔ چیریسے از قسم پھر پوچھ اسی وقت تیار ہو گئی۔ میرا حال یہ
 کہ مولانا مرحوم پر توجہ نہ کیڈ گیا تھا۔ وہ اسی پھر پوچھ کا تھا۔ میں اسکول ہی
 میں تھا کہ ایک نظم انعامی میں نے بھی لکھی۔ اور مولانا حکم پڑھے۔ انعام
 تو ایک کونہ نشی بزرگ کو ملا۔ مگر ہمارے پھر گوی کا بھی خاصہ شہرہ ہوا۔ اکثر
 ایسا ہوا کہ ذوالفقار بھائی نے کوئی نظم لکھ دی اور ہم نے اپنی طرف سے
 پڑھ دی۔ مگر جب عمر فرار یا وہ ہوئی تو استخوانوں نے فرصت نہ دی۔ کالج
 میں البتہ آخری سال تجا و حیدر کی صحبت میں شعر و سخن کا چرچا رہا۔ پہلے بھی
 جب ہم لوگ انٹرنس میں تھے تو ایک نظم تین شعرائے باکمال نے حاجی
 اسفیل خان صاحب درتربیت الدجاء دیوین جیک دالے کی دعوت
 کے شکر یہ میں تیار کی تھی۔ اُن میں سے ایک یہ خاکسار تھا۔ ایک تجا و حیدر تھا۔

اور ایک سید وزیر حسین صاحب، آنریبل و آزمودہ کار سکرٹری مسلم لیگ کے برادر "اصغر" خیر ایک سال آخری کالج میں خوب گزر گیا۔ اور وہ مشاعرہ جسے بعد ہجرت نے رونق بخشی ہم لوگوں ہی کا ایجاد کردہ تھا۔ چودھوین کو ہوا کرتا تھا۔ اور شمع پیش نہ کی جاتی تھی، کرکٹ کا لان جانے مشاعرہ تھا۔ ایک بار چودھوین کو بارش ہو گئی تو تین چار دن مطلع صاف ہونے کی راہ دیکھ کر ڈانٹنگ ہال میں کیا گیا۔ اس وقت میں نے اپنی ایک غیر طرح میں اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا ۵

فرشتہ ضرور میں نہیں وہ چاندنی نہیں لطف مشاعرہ تو گیا چودھوین کے ساتھ
علی گڑھ کالج میں شاعری تو کچھ کی مگر وہی فرضی مشق۔ اگر کچھ لیت
کتنی بھی تو آئنی ہی تبتی ایران کی شاعری کو اور "سبز نغمہ" وغیرہ کو ایک حد
تک با معنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا بیان البتہ شامان
اصنی کی کسی نہ تبتی۔ مگر ذوق نظامیہ حال لاکھ سی اور گرہ میں مال بھی سی
تا ہم طبیعت کا میلان غلام دستور غلام زہرہ اور کج کی طرف تھا۔ دوبرس
کے قریب تو ہندوستان کے کپے دھاگے نے باندھے رکھا۔ دوبرس کسی
اور کے خیال نے۔ مگر یہ آخری خیال بھی با عصمت تھا اور محض حالات
گر دو پیش کا تقاضا اس کا محرک تھا۔ جب ان سب قبروں کے بعد کپڑے
پھاٹے کھڑے آئے تو تبتی کی تبتی بال بچوں کے خیال نے شاعری سے
مستغنی نہیں تو غافل ضرور کر دیا گذشتہ چند سالوں میں اگر کچھ ترشح شعری
کا ہوا۔ تو وہی قومی ہر شہ گزرا وہ ترسی۔ البتہ کچھلے دو تین برس میں شوق
حقیقی، رنگ لایا ہے۔ اور تفرق کا زور ہے۔ ہر اپنی تنگ آئی ہے کہ سولے
چار پانچ غزلوں کے اس فرصت کے زمانہ میں بھی کچھ نہ لکھ سکا لکھنے کے لیے

نہ بیٹھتا ہوں نہ کوشش کرتا ہوں۔ مگر جب طبیعت پر خود ہی کسی بیرونی محرک کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو بغایت مجبوری کہہ لیتا ہوں۔ اور بھی ایک ذریعہ ارعلاۃ ملاوت قرآن پاک کے تسکین قلب کا رہ گیا ہے۔ چونکہ آپ کا ہر ارہے کہ پوری غزلین لکھ سچوں۔ اس لیے یہ لکھے بیچتا ہوں.....

کی معشوق سے زیادہ قابل قدر نہیں.....

اب رخصت ہوتا ہوں اور ترضیع اوقات کی معافی کا خواستگار ہوں۔

وغزلین درج ہیں یہ چند اشعار ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بقول آپ کے میری "ہست" ان سے کچھ تسکین پائے۔ بہر حال خود کچھ ضرور کچھ نہ کچھ تسکین ہو جاتی ہے۔ مگر ان کو لکھنے سے کیا تعلق یہ صرف اپنی دست افشانی اور پاکوبی کے لیے ہیں؟

عبدالمجید

دریاباد (بارہنگی)

رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ



کلام ابتدائی

غزل تصنیف کردہ نیرمانہ طالب علم علی گڑھ کالج ۱۹۷۷ء

کیون ہے پرست دیکھ کے مدہوش ہو گئے
نستینہ بین سے بھری تھی کہ اسد کا نور تھا
کس زور کی لڑائی تھی اشدرے کشمکش
تھی رات یاس اور دل نا صبور تھا

کیون تاب دید حضرت موسیٰ نہ لاسکے
کیا پہلوئے عار کی طرح کوہ طور تھا
خوش قسمتی کے آگے جھکایا نہ سر کبھی
اس خانان خراب کو کتنا غور تھا

مین تیرا گھر سمجھ کے سب راہ گر پڑا
دیکھا جو آنکھ اٹھا کے تو دروازہ دور تھا
دیگر علی گڑھ کالج ۱۹۷۷ء

مجھے انکار وصل غیر پہ کیونکہ نہ شک گذرے
زبان کچھ اور بولے پیرین کچھ اور کہتی ہے
ذرا دم لے صبا، بھر سیر گل دل کھول کر کرتا
ابھی یہ عندلیب کم سخن کچھ اور کہتی ہے
ارادہ تھا یہ تالون کا ہلا دین ربیع مسکون کو
مگر اسے ہم نفس، دل کی ٹھکن کچھ اور کہتی ہے

یقین آئے کو تو آجائے تیرے عہد و پیمان کا
 تری آنکھ لے بتا وعدہ شکن کچھ اور کہتی ہے
 قصاکس کو نہیں آتی ہے یوں تو سب ہی مئے بین
 پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے
 تری خاطر بھی ہے مد نظر پاس عد بھی ہے
 مگر مین کیا گردن دل کی طعن کچھ اور کہتی ہے
 حرم مین کر تو دے اظہار ترک میکشی جو ہر
 مگر کجخت کی بوئے دہن کچھ اور کہتی ہے

رائے بریلی اپریل ۱۸۹۷ء

غیر کا خط ہے کہ: بل ہے کسی ولداوی کا
 کچھ تو ہے تم نے جو مٹھی مین چھا رکھا ہے
 پستانے کی نکالی ہے انوکھی ترکیب
 ظلم کا نام ستمگر نے حیا رکھا ہے
 آپ آئے مین عیادت کو دم نزع عیش
 جو ہر خستہ مین اب کیسے کہ کیا رکھا ہے

غزل تصنیف کردہ در قیام رائے بریلی اپریل ۱۸۹۷ء

بعد استحقاق بی۔ اے

کیا دل نے نکل کر خود ہی استقبال پیکان کا
 تواضع شرط ہے رتیری کتا تھا مہمان کا

ارادہ ہے طوافِ کعبہ کا اُس آفت جان کا
 خدا حافظ مسلمانوں تمھارے دین و ایمان کا
 اُسی کے منتظر ہیں ہم بھی جس کی تو ہے لے بلیل
 بہار آنے پہ ہوگا فیصلہ دست و گریبان کا
 نکالا پیر سے پر دل میں کھاوشت و شست نے
 خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خارِ مغلان کا
 نہیں معلوم آئی تھی حیا کجنت کو کس سے
 کہ حضرت نے مرے دامنِ دل میں آگے سُٹو دھا کھا
 صدائے آفرین سے تیری آنسو مجھ گئے دل کے
 مگر پوچھا نہ تُو نے حال کچھ بھی چشمِ گریان کا
 ابھی تک خیر ہے لیکن بہار آنے سے لے بلیل
 بلا لائے گا تیرے سر پہ ہر غمِ گلستان کا
 یہ کیا آئے ہوئے بیٹھے ہیں بالین پر عیادت کو
 اجل کو فکر ہے تجھ سے زیادہ میرے دربان کا
 جنون باقی ہے اب تک گو تری مغل میں بیٹھا ہے
 کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے جو ہر کو بیا بیاں کا

— ❦ —

خوگر جو رہ تھوڑی سی جفا اور سہی
 اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی
 خوفِ غائبِ عدالت کا خطرہ دار کا ڈر
 ہیں جہان اتنے دامنِ خوفِ خدا اور سہی

عید اول کو بھی اچھا ہے جو پورا کر دو
 تم و فادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی
 جس نے ہنگامہ عدالت کا تری دیکھا ہے
 اُس گنہگار کو اک روز جزا اور سہی
 کشور کفرین کب سے کو بھی شامل کر لو
 سیر ظلمات کو تھوڑی سی فضا اور سہی
 بندگی میں تری ستے ہی ہیں لو کی لپٹیں
 چند دن کے لیے دوزخ کی ہوا اور سہی
 دین و دل جا ہی چکا جان بھی جاتی ہے تو جائے
 ترکش کفرین اک تیر قضا اور سہی
 رب عزت کیلئے بھی کوئی رہنے دو خطاب
 "تم خداوند ہی کہلاؤ" خدا اور سہی
 حکم حاکم نہ سہی مرگِ سفاجات سے کم
 مالک الملک پہ ایمان کی سنہ اور سہی
 ہم وفا کشیوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت
 شمع محفل جو وہ کاف شر رہا اور سہی



ہے ابتدا جاری تری انتہا کے بعد
 باقی ہے موت ہی لے لے رہا کے بعد
 سیرا کو بھی خوب تیری حسنا کے بعد
 اعلانِ مزید کتنی ہے حجتِ عا کے بعد

ویرجیات آپ کا قاتل قضا کے بعد
 بیچارہ کیا کر دل میں تیری آرزو
 تیرے مقابل کی کسے تابیے ملے
 اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا غل

<p>آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد اسلام زندہ ہو تلپے ہر کر بلا کے بعد یہ بے حجابیان بھی ہوں غدر حیا کے بعد ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد</p>	<p>لذت ہنوز ماندہ عشق میں نہیں قتل حسین اصل میں مرگ نیرید ہے غیر خون پر لطف ہم سے الگ حقیقت اگر ممکن ہے نالہ جبر سے رک بھی سکے مگر</p>
<p>ہے کس کے بل یہ حضرت جو سر پر کوشی ڈھونڈھیں گے آپ کس کا سرا اٹھائے بعد</p>	
<p>اس طرح ہرگز منوگا فیصلہ بعد اودکا یہ شرار خس یہ ہنگامہ مبارکباد کا جسکو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا ہے خدا حافظ چراغ رہ گزار باد کا نام بھی لینا نہ ہرگز کوشش بر باد کا حاصل کچھ بھی نہ نکلا آپ کی بیداد کا کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا پاس کافی ہو چکا آپ خاطر صیا د کا بار احسان اور سر پر ہو گیا جلا د کا ایسے یوانے کے گھر کیا کام ہے فضا د کا ہے اثر اتنا ہی یاد خفتہ بعد اود کا فیض سے حسرت کے ہو گا نام فقی آبا د کا</p>	<p>چند روز ویش ہے یہ جنت خدا د کا شور ماتم کے لیے تیار رکھ گوشت مراد پہلے بھی اکثر وہ نکلا سستی شکر حق نور حق وہ شمع انور ہے جو بجھ سکتی نہیں عزم عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے اور بھی ظلم و ستم اس پر کیا موقوف ہے کہ اور بھی ظلم و ستم کر دیا قیافہ نے ہلکو آزاد چین حکم کے لگے تھے پہلے بھی اٹھ سکتا تھا دعوت نرگان کی بھی جہین باقی ہو سکت گیارہ صوبہ کو فنا تھو دوا دیا کرتے ہیں ہم آج تک ہے ایک کھانی سے شہرت مہر کی</p>
<p>ہو گئے جو قصہ یہ کیسے بندہ دام فریبا شور سنیتے تھے بہت ہم حسرت و آزاد کا</p>	

<p>دیتے ہیں بادۂ ظلمت قلع خوار دیکھ کر جھپکے گی آنکھ کیا تری تلوار دیکھ کر چھاٹا یہ مرحلہ بھی ہے دشوار دیکھ کر دھوکا نہ کھائیو کہیں زنا ر دیکھ کر مومن سمجھ لیتے ہیں عین خوار دیکھ کر لائے ہیں ہم بھی رونق بازار دیکھ کر باہم دل و جگر میں یہ تکرار دیکھ کر گھسنا جبین کو خستہ خوار دیکھ کر بلب کو فصل گل میں گرفتار دیکھ کر جور و ستم بھی کر تو ستم گار دیکھ کر</p>	<p>ہے رشک کیوں یہ ہو سر دار دیکھ کر خورہ ازل سے تجلی طور کے آسان پسند یوں سے میں نیز اہل شوق بن جائے گا یہ رشتہ تسبیح ایک دن اس شان اختیار کو دیکھو کہ اہل کفر جنس گران تو مٹی نہیں کوئی مگر جان تیر نگہ لے کر دیا دو دن کا فیصلہ یہ کیا کہ سجدہ گاہ ہے ہر سنگ آستان کچھ بھی تو ضبط کریں نہ شہنم سے ہو سکا ہم خاصہ گان اہل نظر اور یہ قتل عام</p>
<p>ہر سینہ آج ہے ترسے بیکان کا منتظر ہوا انتخاب اسے نگہ یار دیکھ کر</p>	<p>ہر سینہ آج ہے ترسے بیکان کا منتظر ہوا انتخاب اسے نگہ یار دیکھ کر</p>
<p>جاتی نہیں ہے لپٹے چمن کیا چمن سے دور طرز و قاسمے غیر ہے اپنے چلن سے دور صیا و لاکھ کر کے قفس کو چمن سے دور روح شہید تہی ہے لعل و کفن سے دور عالم ہی اک جدا ہے وہ رخ و رخ سے دور کچھ بھی نہیں ہے ساقی تو یہ شہنم سے دور اما کہ تم رہا کیے دار و رسن سے دور اور چاہتے ہیں یہ کہ نہوں بختن سے دور</p>	<p>باد و طعن نہ آئے ہیں کیوں وطن سے دور مسکے است کمان و دیوس کمان کروئے گل نہیں نہ سہی یا گل تو ہے کچھ بھی دہان نہ خنجر قاتل کا بس چلا تقویٰ کے بعد خوف کمان جزن پھر کمان و اعظا کا ارتداد نہ میرا ہے ترک کفر پا و اش جرم عشق سے کب تک منفرد چلا ہے بعد کر بلا سے بھی قرب زبید بھی</p>
<p>حلا ہم رنگی اہل وطن کا نشان ہے یہ</p>	<p>حلا ہم رنگی اہل وطن کا نشان ہے یہ</p>

یون بچ سکو مواخذہ حشر سے تو مان
آسان نہ تھا تقرب شیرین تو کیا ہوا
مسلم اجل سے دور نہیں روز کر ملا
منقار عنذ لیب کو صیتا دسی چکا
اللہ کے نور چشم بخت کی جستجو
ہم تک جو دور جام پھر آئے تو کیا عجب
مفتی مفت غوار کو صبح کچھ حلال ہے
دست دراز کرتے اے زندا صفا
تاویل بڑھ کے انشرب الکنھ ہو گئی
ہیں آئے لانا شوق پھر جو حبس بھی
تم تو ہو نذر عشق نہ نکھیں وہ مرثیہ
تم سے بعد تھا کہ بھلا دو اگر چہ ہم

مار و دیار غریب میں جھکو وطن سے دور
یشہ کو کوئی رکھ نہ سکا کو کہن سے دور
رہتا نہیں برات میں دلہا و دلہے کے دور
مانا کہ گوش گل ہے لایا لہ زن سے دور
سکلا اسیر مصر کچھ بھی وطن سے دور
یہ بھی نہیں ہے گردش پنج گوشت سے دور
پوئے تراب ترک ہو چکے کیون ہیں سے دور
رکھے خدا عمامہ شیخ زمن سے دور
کچھ بھی نہیں ہے شیخ تھے علم فوس سے دور
یہ لائق تھے بیچ اک مرد و زن سے دور
یہ بات ہے عروت اہل سخن سے دور
اک عمر ہو گئی کہ بچے انہیں سے دور

نہا کہ آج حسرت جو ہر حال کی
اک لانا تھی بڑی گوری گور کوئی سے دور

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو ترا دیکھ
بے نیاز باب فاصہ ہو تو کل
دشت رو غربت میں اکیلا تو نہیں تو
تو طیرا بیل سے ہرگز نہیں کزور
اس طرح کے جینے میں بھی مرنے کا فر ہے
ہم کہ نہیں سکتے وہ کرین پیارہ گری بھی
اللہ کے ہاتھوں کا بھی ہے رنگ ترا لا

دنیا ہی میں جیسے ہوئے جنت کی نصیب
چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے امان خدا کو
بطحا کے مہاجر کا تو نقش کت پاؤں
بیچارگی پر اپنی نہ جا شان خدا کو
قسمت میں ہی ہے کلاسی اور نصیب
حال دل بیار طبعیوں کو سناؤ کی
اس سادگی پر شوخی خون شہاد کو

یہ نور خدا کا ہے بجائے نہ جینگے گا سمجھا بھی ہے کچھ تو کہ یہ ہے کس سے تردد ہوں لاکھ نظر بند، دعا بند نہیں ہے ہوں طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا خوتیری دور روزہ، مرا بیان ہے ازل کا عقبی تو کمان ان نہیں نیا کا بھی کچھ ٹھیک	کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آتو بھی بچاؤ دیکھ اللہ کو مان اپنی حقیقت کو ذرا دیکھ اللہ کے بندوں کو نہ اس درجہ ستا دیکھ ہو صدق طلب، پھر اتر آہ رسا دیکھ پا بند جفا تو ہے تو میری بھی وفادار دیکھ اُس کا زب فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ
---	--

سوئے کا نہیں وقت یہ ہتھیار ہو غافل
رنگ فلک پر زمانہ کی ہوا دیکھ

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھیے طاقت پر واز ہی جب کھو چکے چاک کر سینہ کو پہلو چیر ڈال رات تلچٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں لو وہ آپو پنا جانوں کا قافلہ ہوں جو کثرت ہی کے قائل اُن پر کیا رو نمائی کے لیے لایا ہوں جان اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا یہ نظر بندی تو مٹکی رتو سحر اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم اب ہولے ماسوے کا پردہ فاش فیض سے تیرے ہی لے قید و رنگ	سب درمیانہ کو تر کھلے پھر ہوا کیا اگر ہوئے بھی پر کھلے یوں ہی کچھ حال دل مضطر کھلے راز مائے باد و ساغر کھلے پائون زخمی خاک مٹھ پر سر کھلے راز فرج سبط پیغمبر کھلے اب تو شاید چہرہ نور کھلے تاخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے دلع ہائے ہوش اب جا کر کھلے حق کے عقدے اب کہیں ہمہ کھلے معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے بال و پر کھلے قفس کے در کھلے
---	---

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جو تھو آپ کے جوہر کھلے

نہاں مینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
قلعہ عشق میں ہن نفع و سلامت دونوں
قید گدگد سے بھلا کون رہے گا آزاد
اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہے گی امید
او کس وضع کی جویاں ہیں عروسان بہشت
حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلند ی جانا
تجھے کیا معج تلک ساتھ نبھے گالے عمر
ہونہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست

ہوس نہ لیست ہو اس دیر تو مرنا ہے یہی
اسمین ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی
تیری زلفوں کا بوشناؤن پہ کھڑنا ہے یہی
وعدہ کر کے جو ترار و زکڑنا ہے یہی
ہیں کفن سرخ شہید و ن کا سنو نہا ہو یہی
اب بھی احساس ہو اسکا تو اٹھنا ہے یہی
تسب زلفت کی ہو گھڑوں کا گڈرنا ہے یہی
قلب ہوسن کا مری جان نکھڑنا ہے یہی

نقد جان نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر
کام کرنے کا یہی ہے تھیں کرنا ہے یہی

تم لوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
یہ عور بہشتی کی طرف سے ہے بلا و ا
سوں جان و دین میں تم سے جبکہ ابھی سے
میں کو کے تری راہ میں سب دولت دنیا
از حد تو یہ ہے کہ خدا خشرین کہہ دے
سرخ مین منین سب خرابستہ بھی کچھ کم

پر خیب سے سامان بقا میرے لیے ہے
خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے
لیک! کہ مقتل کا صلا میرے لیے ہے
ما تم نہ زمانے میں بیا میرے لیے ہے
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
پر شوخی خون شہدا میرے لیے ہے

راہی ہوں سلمان بعد نعرہ کبیر اندام کا شہابی کے تو کیا پوچھنا لیکن کیونکہ ایسے تیار نہ خدا جان کہ جو فرمائے ایسے شافع عشر ہو کرے تو نہ شفاعت ادھر کے رستے ہی میں موت آئے سچا ایسے چارہ گرد چارہ گری کی نہیں حاجت اگر اٹھ پڑے ہو ساری خدائی بھی خالی جو محبت اختیار میں اس جو ہو دنیا کہ بچے ظلمت عام تر اچھر بھی سنگ	یہ قافلہ یہ بانگ دریا میرے لیے ہے دنیا میں بھی ایمان کا اصل ایسے لیے ہے اچھے تو بھی کے ہیں راہ میرے لیے ہے بھر کون ان ترے سوا میرے لیے ہے اکسیر بھی ایک دو امیر کے لیے ہے یہ دروہی دار میرے تھا سیکرے لیے ہے کافی رہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے اس شورش کی سب حرم و حیا میرے لیے ہے مخبروں یہ انداز چھاپے لیے ہے
---	--

ہیں دن تو خدا پر سیر پر بھی سے کش
پراگ کی گنگو رکشا میرے لیے ہے

سینہ ہمارا نگار دیکھو کتنا کہ رسد جہنے یہ نا آگہ یاس کفر سے کتر نہیں انہرے اندک کہ ہے غفل کی تیسے امید عشق سودہ کی ترا عبد طلب نہ بہت سب کو بیان ہے فنا ایک چھہ ہے بقا حق کی گلا کائنات ہی رہی و سے ہوں تو ہے ہر عیان آفصل خزان جہنم چنا خدا کو تیرے مدد دان دو تو پہلی پشنگ تھا کبھی جہنم کوئی	چشم یہ خوشنایاب پار دیکھو کتنا کہ رسد میر بھی ترا انتظار دیکھو کتنا کہ رسد فصل کی امید وار دیکھو کتنا کہ رسد حیرت وار شمار دیکھو کتنا کہ رسد یہ ستم روزگار دیکھو کتنا کہ رسد گرد میں نہان سوار دیکھو کتنا کہ رسد جو روحانی ہمار دیکھو کتنا کہ رسد کفر ایمان شمار دیکھو کتنا کہ رسد یونہی یہ اجر اویار دیکھو کتنا کہ رسد
---	---

<p>دردِ جگر اب کی بار دیکھیے کتبک رہے زخم کا باقی خمار دیکھیے کتبک رہے</p>	<p>پہلے رہا دردِ دل ہوس جانِ مذقوت زور کا پہلے ہی دن نشہ ہرن ہو گیا</p>
<p>ماجمِ شبنم رہے آبدِ ہندی تلک قومِ ابھی سو گوار دیکھیے کتبک رہے</p>	
<p>یہ ظلمِ نہیں نامِ خدا اور ہی کچھ ہے محرمِ توہنِ بیشک چٹا اور ہی کچھ ہے پر شیعہ اخوانِ صفا اور ہی کچھ ہے پر جم یہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے ایسا شہ کر پے بلا اور ہی کچھ ہے معلوم ہوا آبِ بقا اور ہی کچھ ہے پیرِ قاعدہ صبر و رضا اور ہی کچھ ہے ہے مد نظرِ صل بھی یا اور ہی کچھ ہے انجامِ محبتِ مینِ فرا اور ہی کچھ ہے عشاق کی نیتِ بخدا اور ہی کچھ ہے اس در کے فقیر و ن کی صدا اور ہی کچھ ہے اشد کے مجرم کی سزا اور ہی کچھ ہے پر تیرے اسیرِ دن کی دعا اور ہی کچھ ہے</p>	<p>یہ جو نرالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے ہونِ لائقِ تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا ہو مکرو و غالا کھد شعرا اہل ہوس کا سرکشِ نہیں باقی نہیں خدا نہیں ہم ہم عیش و روزہ کے بھی منکر نہیں لیکن خودِ حضور کو شبیر کی اس تشنہ لبی سے ہوتے ہی میں بے مری اہلِ کسبِ شکوے ماخیر میں کچھ ہرج نہیں یہ تو تبادو اغتیار کو ہو لذت آغازِ مبارک گزنا نہ کہی ان پر گمانِ اہل ہوس کا نئے سائلِ دولت ہیں عزت سے طلبگار اس شانِ عرو سے نہ کھانا کمین دھوکا یون قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو ہوگی</p>
<p>یہ صدرِ نشینی ہو مبارک کتبک ہے جو ہر لیکن صلہ روز جزا اور ہی کچھ ہے</p>	

<p>کیا ضروری تھا کہ اک مرغ گرفتار بھی ہو شرط یہ بھی ہے کہ اک ادی پر خار بھی ہو اسکی حاجت نہیں پھر ہاتھ دین تو ار بھی ہو ہم تو دین پر کوئی اس سے کا طلبگار بھی ہو بان انا لحق بھی ہو منصوب بھی ہو دار بھی ہو</p>	<p>فصل گل کے متمنی تھے سبھی پر لے چرخ عشق مجنون کے لیے ناؤ لیل کے سوا دست و پالستہ ہوں سائل یون الیقین ہوں تشنہ کاموں سے ہے خود آج یہانی کو گلہ یہ بھی کیا پیروی حق ہے کہ خاموش ہیں سب</p>
<p>جان فروشی کے لیے ہم تو ہیں تیار مگر کوئی اس جنس گرامی کا خریدار بھی ہو</p>	

وداع رمضان

<p>بہترین غمگساران الوداع تو ہی تھا شایان قرآن الوداع اے زمان عفو عصیان الوداع مونس شب زندہ داران الوداع پردہ دار درویشان الوداع دافع صدیاس و حرمان الوداع اے شریک بنیم زندان الوداع اے بہار باغ ایمان الوداع تجھ سے ہر شب تھا چراغان الوداع مینہا نہائے مہمان الوداع ہو سکا پر کچھ نہ سامان الوداع رہ گئے سب دل میں ارمان الوداع</p>	<p>الوداع اے ماہ رمضان الوداع تجھ میں اُترا آخری پیغام حق ان دنوں تھا بحر رحمت جوش پر الفرق اے ہجلیس صائین آتشکارا تجھ پہ تھا سیار زلزل تجھ سے تھیں وابستہ امیدیں تمام قید تنہائی کی وفتی تجھ سے تھی غنجہ ہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے دور کردی تو نے ظلمت قید کی ہوتے ہیں اب نصرت افکار و سحر سو نہ پتا تھا تجھ کو زاد آخرت کاروان خیر و برکت چلدا</p>
---	---

شربت غم سے زبان گربند ہے
تو ہی کدے چشم گریان الوداع

اللہ نے بڑھائی ہے کیا شان کلکتہ
نیرب کی خاک پاک کے ہر ذرہ کے لیے
ہر سوہن لاشہائے شہیدان سرخ پوش
تھا چونکہ خار راہ سے بخون اسیلے
ہے شور آسمان وزمین پر سٹوا بجو
اب تک لوہین تازہ ہے قالو ابی کی یاد
ہو زور کفر و شرک سے مرعوب کس لیے
پہلے سے بڑھکے آج ہے یہ پائے تخت ہند
ہے استکان منافق و مومن کا دوستو
سب جلد تر شریک صلوٰۃ و فلاح ہوں
احسان کی جزائیں احسان کے سوا
ہم سنت خلیل کے پابند ہوں تو کیوں
تقلید اہلبیت کرین ہم تو کیا عجب
مسرو و خلدین میں شہیدان کا پور
شبکی سا شخص نوحہ گر کا پور تھا
دنیا سے اٹھ گیا مگر اب امتیاز شعر
لیکن ہے اک خفیت سی نسبت کچھ امید
آغاز کلکتہ تو میسر ہوا ضرور

روح رسول آج ہے مہمان کلکتہ
سو جان سے فدا ہیں غلامان کلکتہ
ہے آج کل بیمار پہ ایمان کلکتہ
پھولوں سے بھر دیا گیا دامن کلکتہ
ہیں عازمان غلہ شہیدان کلکتہ
البتہ استوار ہے پیمان کلکتہ
اللہ خود ہے جب کہ نگہبان کلکتہ
کل ملک کی سرنگھون پر فرمان کلکتہ
میزان حشر بن گئی میزان کلکتہ
سن لی ہے اب ہر ایک نے آذان کلکتہ
اترے گا سر کے ساتھ ہی احسان کلکتہ
پہلے نہ آگ ہی میں گلستان کلکتہ
میدان کر بلا ہے میدان کلکتہ
ہونگے شریک بزم شہیدان کلکتہ
لا ریب آج تھا وہی شایان کلکتہ
جو تہر سا شخص اور ہو ناخوان کلکتہ
میں بھی کبھی تھا ایک سلمان کلکتہ
یار یا نصیب ہو کہیں یا یاں کلکتہ

(دہلی ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء)

استعانت بالصبر

مٹ سکے گا نہ کبھی نام و نشان دہلی ہو زمانے سے الگ طرزِ فغان دہلی ہو کے بخوفِ بڑھین اہِ روان دہلی آج رونق پر ہے کس درجہ دکان دہلی یوں رکے گا نہ کبھی سیلِ روان دہلی چند دن اور ہیں دہلی میں تباہی دہلی	سکھتا ہے اگر درِ زبانِ دہلی لب پہ آئے نہ کبھی شکوہِ جورِ اغار لہذا کشتا وہ ہے رہِ صبر و صلوة سرفروشی کے لیے پیرو جانِ بین تباہ سنگریزوں سے زیادہ نہیں گولی پھیرے حق کے آتے ہی ہوا کہتے باطلِ خست
--	---

ہائے غلامِ حسین

کوئی دن اور بھی جیسے ہوتے ہم غریبوں سے بھی لیے ہوتے ابھی دو چار خم پیے ہوتے زخمِ ہائے جگر سے ہوتے تم گراسِ بزم کے لیے ہوتے چند نعمِ البدل دیے ہوتے کام کچھ اور بھی کیے ہوتے ساتھ ہم کو بھی گریے ہوتے چند دن اور بھی جیسے ہوتے کاش کچھ اور قافیے ہوتے	ابھی مرنا نہ تھا غلامِ حسین کچھ تو انعامِ حق پرستی کے لے مے زند بادۂ حق کے تم تو دل بھی فگار کر کے چلے یوں نہ دامنِ پھڑا کے چلے تھے تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا تقی شہادت کی کس قدر جلدی خوب کشتا بہشتِ کارستہ تم ہی زندہ ہو لغو ہے یہ خیال آج جو پھر ہیں دلکے قاشِ فروش
---	--

متفرقات

سحق دار کو حکم نظر بندی لا
تم تو کعبہ کے خدا تھے پھر کالے کیوں گئے
کیا کون کسی رانی ہوتے ہوتے رہ گئی
اے تو کیسی خدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے
دشمنوں سے گر تلطف ہے تو کچھ
دوستوں سے بھی مدارا چاہیے
خاک اڑانا آشکارا چاہیے
ہے وے فرمودہ غالب کا پاس
ضبط کا کچھ اور یارا چاہیے

چاک ست کر جیب بے ایام گل
کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے

کلام جدید

الہی شکر ترا پھر مہیام آیا
نہرا راہ سے بہت ہے ایک تارا
گھڑی کو دہی مبارک تھی گل جہاں کیلئے
جہاں پنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا
میں اس پھوپھوچ و دو سلام کہیں سے
ہے زندگی تو اسی کی جو مرثا دین پر
ہر نفع صورت سے لیے صدائے رحیل
مہ صیام تہین غید کا پیام آیا
اسی مہینہ میں اللہ کا کلام آیا
حرامین عرش سے افسر کا جہان آیا
تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
وہی ہے کام کا اسلام کے جو کام آیا
ہو جان لب بھی تو کہہ دے بھی غلام آیا

نبی سے ملے ہی اسلام کے سیر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا۔

لاکھ حربے مہی ہر وضع کے شیطان کے پاس
 ڈھال ایمان کی موجود ہو انسان کے پاس
 ملک سمجھو اسے یا مال بجا ہے اک دین
 اتوں بس اک ہی دولت ہے مسلمان کے پاس
 لگتے ہی تیر تھار اگنی یون جان نکل
 بیٹھ کر جاتی گھڑی دو گھڑی ایمان کے پاس

آدمیت ہے تو دنیا دہے ہر خوبی کی
 ہونہ یہ بھی دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس
 صحبت یا رہے اے دل تجھے گھر بیٹھے نصیب
 پھر ترا کام ہے کیا حاجب و دربان کے پاس
 خواہشیں نفس کی کرتے تو ہو پوری لیکن
 اس سے ہتر نہیں آ کہ کوئی شیطان کے پاس
 ہم نے دل بھر کے کچھ اس طرح نکالے ارمان
 کہ بیٹھتا نہیں دل جا کے اب ارمان کے پاس
 مت سمجھنا انھیں کم مایہ غنی ہیں یہ لوگ
 کنزِ مخفی ہے ہر اک صاحبِ ایمان کے پاس
 جہ سائی کی بھی کچھ ہوگی تمہیں کو امید
 گایان کھاتے ہو جا جا کے جو دربان کے پاس

کیا جو فوڈ جتے ہو فصلِ خزان میں بہار کو
 اب وہ چین کمان ہے وہ رنگ چین کمان

کشتوں کو تیرے کس لیے کیا ہے پر خاک سنتے ہیں یہ بھی ایک بزرگوں کی رسم تھی سُن لیجئے غلو تو نہیں اُنکھن کا ادعا فرصت کسے خوشامد شمر ویزید سے	اُن مٹیوں کے واسطے گور و کفن کمان اس دور اعتدال میں: اوروں کمان سولی پہ چڑھ سناؤ وہ پھر عزت کمان اب ادعا کے پیروی بچھن کمان
---	--

تہائی کے سپہن میں تہائی کی سب باتیں ہر آن تسلی ہے ہر خط تشفی ہے کوڑے کے قاضے ہیں نیم کے وعدے ہیں سعران کی سی حال سجد و خمیں کی کیفیت بے مایہ سی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں شیطان کی جالوں سے اُن کے سر ہاتھ	ابا نے لگین اُن سے خلوت کی طاقاتیں ہر وقت ہے دیکھنی ہر دم میں اراتیں ہر دہریہی چرچے ہر رات ہی باتیں اک فاسق فاجر میں اور ایسی کراتیں بھی ہیں وہ دودھ کی کچھ میں لے بھی سونا تین اب ہونگی آگ شہرِ ملعون کی سرکھاتیں
---	---

میٹھا ہوا تو یہ کی تو خیر مست یا کر
مستین نہیں یوں جھوٹا پس کی باتیں

ساز بھی چاہیے کچھ اپنا کار و دم دوزخ کم سمجھتے ہیں غلامی کو جو یہ سمجھے ہیں بہت پرستی کا نشان بطور غلامی کم ہے رقص سبیل ہے تو زنجیر کی جھبکا بھی ہو	بہت پرستی کا نشان دوش پہ زنا بھی ہو کیا ضروری ہے کہ شہر بھی ہو زنا بھی ہو
--	--

رہے آزاد جو رہتا ہو، تمہیں کیا جھٹھا
تم تو زندانی الفت ہو، مگر قمار بھی ہو

تمہارے فضل کے بھوکے بقیہ کتے ہیں ستم سے کچھ نہ ہوا اب کھلا سنگر پر	کہ عید آئے گی بیشک ہر صیام کے بعد ابھی کچھ اور بھی باقی ہے قتل عام کے بعد
---	--

زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک
کہ وحی بند ہوئی سید الالام کے بعد

متحین کرو سر تسلیم پہلے خم پئے قتل
کہ سر جھکاتے ہیں سب مقتدی امام کے بعد

سوز و رن سے جان بچو لیکن صوان نہ ہو
بھر ہو رہا ہے شور صلائے نبرد عشق
یا زار جان فروش میں سودا نہویہ کیا
اس درد لا علاج کی کیونکر دوا کروں
کیا فائدہ گراں نے چھپایا بھی زخم دل
کیا سمجھے جن کے مادہ دل کو سخت سخت
خوف رقیب کا تو یہ عالم وراں پہ عشق
ہے وصل یار کی بھی تمنا کا حوصلہ
پہلو سے دل کو لیکے وہ کہتے ہیں ناز سے
یہ کام جب بنے کہ مژہ خو نچکان نہو
تیرا ہی تیر سینے میں جب یہمان نہو
سب چاہتے ہیں چاہ کا ان پر گمان نہو
دیر یہ بھی ہے کہ طبع عد پر گران نہو
کیا آئین گھر میں آپ ہی جب میران نہو

سنئے ہی جس کو خلق میں کلام مع گیا
جو ہوا وہ تیری ہی تو کہیں داستان نہو

بے خوفت غیر دل کی اگر تر جان نہو
ہوں بے ہراس یہ مجھے کہیں کسی جگہ
اگر تو جو ہرمان ہو تو ہر اک ہو ہرمان
ہو تو ایک تجھ سے دو عالم میں ہے غرض
دیر و زمیں نہو نہو نہو سب جھکے آئے
بہتر سہاس سے یہ کہہ سے زبان نہو
دیر و زمان کہ تیری حکومت جہان نہو
اور یوں نہو بلا سے کوئی ہرمان نہو
سب بد گمان ہو اگر بن تو بد گمان نہو
اگن کہہ سکے کہ کہ ان ہو کسان نہو

یہ کیا کہ مے حلال وہاں ہو بیان نہو پروردگار یوں بھی کئی ناتواں نہ ہو قشقہ کا دیکھو آج جبین پر نشان نہو	کرنا ہی تھا حرام تو پھر وعدہ کس لیے ہمت نہ ہارے کوئی منزل کے سامنے ملنے تو پھر چلے ہو شیخت پناہ سے
--	--

جو تھرا اس ایک دل کے لیے اتنے مشغلے
کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتاں نہو

جس کی رہبر خود خدا کی ذات ہے اُن کے لائق اک یہی سوغات ہے کیسے کمدون تارک لذات ہے اب یہی اک مشغلہ دین رات ہے جس کا سولی قاضی احاجات ہے تیرا کیا کہنا تیری کیا بات ہے اُن کو کیا حزن و غم مافات ہے نفس موزی بھی بڑا بد ذات ہے پھر تو خود غریبی خود لات ہے اپنی چال اور آپ ہی کومات ہے سوچنا ہوں سامنے برسات ہے ایسی بھی کیا صورت حالات ہے اپنی تو صاحب یہی اوقات ہے	اُس کو کیا خوفِ رہ ظلمات ہے ندر جان میں چل کے طیئہ اپنے پاس قید تنہائی کا لذت آشنا دل سے ہوتی رہتی ہیں سرگوشیاں کیا نہو گی میری ہی حاجت روا تیرے بندے اُن پہ بھاری ہوں تو پھر تیری رحمت پر ہو جس کا آسرا قید تنہائی میں بھی چھوڑا نہ ساتھ پرورشِ زینہ پرستش کا بنے مگر خیر الما کرین سے ہے عبث نبھہ تو جائے تو یہ گری میں مگر اب خدا چاہے ہوئی جاتی ہے خیر لیچے ہیں اُس کی رحمت کا یقین
---	---

شیخ ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر میں جو تھرا کی پہلی رات ہے

بھلی تو رہی نہ ہو

<p>خاک جیسا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی قلزم عشق میں ہر نقص سلامت دونوں قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد لے اہل تجھے بھی کیا خاک ہے گی امید ادرک منع کے ہوتے تھیں خروسان بہشت حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا تجھے کیا صبح تلک ساتھ نبھے گالے عمر ہونہ یایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست</p>	<p>ہوس زلیت ہو اس مسجد تو مرنا ہے یہی اس میں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھڑا ہے یہی وعدہ کر کے جو ترار روز مکرنا ہے یہی ہرین کھنچتے شہیدوں کا سنورنا ہے یہی اب بھی احساس ہو سکا تو ابھڑنا ہے یہی شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گزرنہ ہے یہی اقلب ہو میں کامری جان نکھرنا ہے یہی</p>
---	---

نقد جان نذر کر دسو چتے کیا ہو جو ہر
 کام کرنے کا یہی ہے تحقیق کرنا ہے یہی

<p>کیوں شہر چھوڑ جاڑیں ہقانیوں میں ہم آزاد بھی جہی سے ہیں ہم ہوشیار بھی نادانیاں ہزار سی، دوستو، مگر کہ شوق جامہ در سے ہے یوسف بیان ہضر محروم گو ہم سے رہے پر نہ ہے نصیب ہنگامے روز روز کے خوگر بنا گئے واقف تھے کشش سے زلیخا کی عشق کی نارنجیم سے نہیں کچھ کم نہیں ہے گر ہے تجھے متعلق نفس اس قدر عزیز بچھا تھیرا لیاں رکائیں نفس سے تو بچھ</p>	<p>جنون کے ساتھ ہونگے بیابانیوں میں ہم جہت میں اے جنون تھے زندانیوں میں ہم دانا بھی ہو گئے انھیں نادانیوں میں ہم دالانیوں میں تم ہو اگر بیانیوں میں ہم داخل تو آج ہو گئے قربانیوں میں ہم اب خوش ہیں آئے دن کی پریشانیوں میں ہم یوسف کو دھونڈتے رہے کفانیوں میں ہم محسوس کہ ہے میں پریشانیوں میں ہم سیاد خوش ہیں تیری گہبائیوں میں ہم خارج ہیں کیسے یہ سر سامانیوں میں ہم</p>
---	---

ہم بن کے روزِ وصل کے نقشے بگڑ گئے	آباد پھر بھی ہیں انھیں دیرِ نیونین ہم
ہم زندہ دل ہیں زندہ جاوید یا کہ خضر	بچوں سے اب بھی کم نہیں شیطانیونین ہم
جو ہمارا نہ کیوں یہ رسم کس زندہ کر جلیں	
دار و درین کے گرہ ہنوں! نیونین ہم	

ہم بن یہ انداز آزمائے کے	اور ہی ڈھنگ ہیں ستانے کے
کر بلا ہے نہ سائے کوثر	جائیے صدقے اس بہانے کے
گھر چٹایوں کہ چھوڑنے والے	تھے نہ ہم اس کے آستانے کے
ایک اک کر کے سب کے سب تنکے	کیے یرباد آشیانے کے
کچھ دنوں گھومنا مفت در تھا	ساتھ ساتھ اپنے آب و دانے کے
دیکھیے اب یہ گردِ بنش تقدیر	کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
پوچھتے کیا ہو پودہ و باغ کا حال؟	ہم ہیں باشندے جلیانے کے
قید میں اور اتنی بے باکی؟	سب یہ بچپن ہیں ارکھانے کے
سُن بھی لیتا ہے حالِ دل ہوش	لاتے ہوں ڈھب مگر ستانے کے
جان کر فتنہ کچھ سنے اور اق	جستہ جستہ مرے فسانے کے
دے کسی اور کو یہ دم قاصد	میرے گھر وہ کبھی نہ آنے کے
تیری گردش کہاں گئی لے چرخ	ہم ہیں محروم اک زمانے کے
خون عاشق سے سخت ہیں نزار	ملک الموت اس زمانے کے
زنگ آلود ہو گئے سارے	تھے جو آلاتِ خون بہانے کے
کھلتے جاتے ہیں راستے لیکن	روزِ دو چار جان جانے کے
تجسسے کیے کوئی، ستمِ زیاد	طرزِ عشاق کے ستانے کے

یہ بگڑتا ہے سب بناوٹ کا | منظر ہن فقط شانے کے

چلیے جو صفا کو چھوڑیے، ناصح
سند لگے آپ کس دوانے کے

میں لی خدائے قیدی گوشہ نشین کی
تفسیر آج ہو گئی کیسے ہی متین کی
یو آئے ہر امید سے حق البیقین کی
اک عرض اور ہے ابھی اس کترین کی
کر لیا مکان سے ہوگی مشیت مبین کی
حسدلی ہو عرش سے جس سر زمین کی
سجدوں سے اور طبعی ہے رفعت جبین کی
ترکیب سے، درست یہی ایک تین کی
یہ ہے وصیت اسکے رسول امین کی
ختم رسال اور اسکے ہر اک جار نشین کی

عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی
شیطان جلد باز کا جادو نہ چیل سکا
ایمان کافی ہو جو اگر غیب پر تو بھر
تیرے کرم نے اور بھی گستاخ کر دیا
اک گھر تر ایمان بھی تو ہے اسکے بابین
ہم کو بھلا عزیز نہ ہو کیون وہان کی خاک
اس آستان پاک پھینکا ہے چل کے سر
تینوں حرم میں ہے وہی الٰہ الشریک لہ
ہر خدا ییود و نصاریٰ کو دو نکال
وہ انبیاء کا مولد و مدفن مہر دہے

جو وہ برس رسول کا قبلہ رہا تھا جو
قیمت ہے اپنا خون اسی کی زمین کی

پیام محسن اور دعا و اسیر لائے آئمہ سلما

تجھ سے یمن و سری وہ تو لگدور زمین
ہم تو کھل سے کسی وقت بھی مغدور زمین
جو ہر اک حال میں امید سے محبور زمین

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
اسکی رحمت سے جو بایوس ہو وہ کافر ہے
استحسان غمت ہی پر دلی مویں سے وہ کیا

۵ یہ خدا کا قول ہے جس کے معنی ہیں کہ میرا دوزخ بر دست ہے۔ ۱۲

صبر بھی شیعہ مسلم ہے مگر شکر خدا
 ہے دوا اور دعا فرض دے حکم خدا
 ہو تقدیر آئی سے نہ شکوہ نہ گلا
 تیری صحت ہمیں مطلوب ہے، لیکن اُس کو
 اب دعا اب بھی جاری ہو اگر اُس سے
 تو مودوں میں جلا سکتا ہے قرآن میں کیا
 تیری قدرت سے خدایا تری رحمت میں کم
 یا یکے دلو تو یوسف کی طرح ہے وہ عزیز
 یا نبی یوسف و یعقوب میں زندانِ مائل
 تھک گئیں مژدے کے اُس تو نظر کو کھین
 مرہم زخم جگر آج بھی ہے صبر جیسے
 میری اولاد کو بھی مجھ سے ملا دے یارب

نور اسلام سے دل آج بھی بے نور نہیں
 مل سکے یہ کسی زندہ کا بھی تقدیر میں
 اہل تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہیں
 نہیں منظور تو بھر ہو بھی منظور نہیں
 یوں بھی حال دلی مضطرب بھی دستور نہیں
 تخریج الحی من المیت مذکور نہیں
 اہل بھی جو شفا پائے تو پھر دور نہیں
 یہی حسن میں گر خلق میں مشہور نہیں
 میں ہوں محصور اگر آپہ محصور نہیں
 گر چہ بایں ابھی تک دل رنجور نہیں
 حزنِ وقت سے مگر اکھ میں اب نور نہیں
 تو ہی کہہ دے تری رحمت کا یہ دستور نہیں

شانِ رحمت مجھے دکھلا کر ہو سکین کا ترول
 دل جو تھک رہا ہے یہ یارب جہلِ طور نہیں

دیوانِ جان صاحبِ قیمت

LIBRARY
 UNIVERSITY



تذکرہ خواتین انکسورہ

جناب والا

ترکان احوار نے، ان غیور و خود دار انسانوں نے، ذلت کی زندگی سے عزت کی سوت کو ترجیح دینے والوں نے، اپنی ہستی و زندگی کا جو ثبوت دینا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس سے دنیا دگ اور مغرور یورپ غرق حیرت ہے۔ وہ اپنی قوت و مادیت کے نشہ میں سرشار تھا، معاہدہ سیدرے کو نوشتہ تقدیر گردانے ہوئے تھا، ظلم کو قانون بنائے ہوئے تھا۔ اسے اپنی مکاریوں پر ناز تھا۔ اپنی کیا دیون پر گھمنڈ تھا مگر حقانیت و صداقت کی صدائے خاموشی تھی۔ ان کیدی متین۔ (میر اکید متین ہے) آخر کار باطل کے منصوبے دھرے رہ گئے اور حق با شوکت و شان جلوہ گستر ہو گیا۔ مضطرب دلون کو سکون۔ پریم آنکھوں کو نور حاصل ہوا۔ شپہ چربی کی چکا چوند تاشا نگہی۔

خدا کا فیصلہ انعام ترکون کو جس فراست و حسن خدمت پر ملا ہے، انکی عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک ہیں بلکہ انکی نسوانی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے حرب ضرب کی تحفہ یوں بھائے ملک ملت کی سرگرمیوں میں برابر کی شرکت انھیں شریک غالب بناتی ہے۔ مگر انکی اس فطری نزاکت نے مردوں کے کارناموں کے سامنے انکے روانہ کارناموں کو دنیا کی نظروں سے بہت کچھ پوشیدہ رکھا ہے۔ تاہم جو کچھ روئے عام ہے ہم ہندوستان انکی تفصیل سے بھی بہت کم تعین ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ تذکرہ خواتین انکسورہ کی اشاعت سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کے کارناموں کو دیکھیں۔ ان سے سبق لیں۔ قیمت ایک روپیہ۔ (قسم دوم) بارہ آنہ ۱۲/۱۲
ملنے کا پتہ۔ محمد رفیع خان مالک جٹیلین بک پرائیون آب اولکھتو

سیاحت زمین

۱۰۔ دن کی قلیل مدت میں دنیا بھر کا دلچسپ سفرنامہ۔ ہر مقام کے حالات، ہر ایک قوم کے رسم و رواج، اور ان کے مذاہب، تمام عالم کا جغرافیہ، سفر کے مشکلات، مسافروں کا استقلال اور اس کی ہمت و جرأت نہایت دلچسپ پیرایہ میں یہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔ قیمت ۷۰

انسانی قربانیاں

ایک بیش بہا ادبی، اصلاحی، معاشرتی مضامین کا مجموعہ، جو زمانہ موجودہ کے ایک عربی انشا پرداز کے زور قلم کا نتیجہ ہے، مولانا محسنی کے پُر زور قلم نے اس کا نہایت کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ مشاہیر اہل قلم اور اخبارات و رسائل نے اس پر بہت اچھی رائیں لکھی ہیں۔ قیمت ۸۰

خطوط امیر مینائی

جو حضرت ثاقب اکبر آبادی نے مرتب، اور مولانا حسرت موہانی نے شائع کیے تھے مقبولیت نے پہلا ایڈیشن جلد ختم کر دیا اب اس کا دوسرا ایڈیشن جدید تہذیب و انصاف کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، پتھر سے عرصہ کے بعد شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ قیمت ۷۰

حیات خسرو

حضرت امیر خسروؒ کی لائف، ان کے کلام پر تنقید، شعرائے فارس میں ان کا درجہ ان کی شاعری کا پایہ، یہ تمام امور نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہیں، مولانا شبلی مرحوم کی مرتب کردہ ہے۔ اور ان کی سفر کے آثار کتاب شعر العجم کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ قیمت ۸۰

لئے کا پتہ: محمد رفیع خان مالک جٹلیں بک ڈپو امین آباد لکھنؤ

سیکات بنگال

مرشد آباد بنگال کی بیگیون کا ایک مستند سبق آموز مختصر تذکرہ، ہندوستان میں جب اسلامی حکومت کا زوال کمال پر تھا اور خانہ جلیکون کا سارے ایک دور دورہ تھا، انگریزی تاجر حکمرانی کے بیوپار میں سرگرم تھے یہ اس وقت کا ایک تاریخی قابل یاد کار ورق ہے۔ قیمت ۲۶

مینائے سخن

امیر مینائی مرحوم کا وہ کلام جس سے ان کے مروجہ دواوین خالی ہیں اور جس سے ہمت کم لوگ واقف تھے حضرت ناقد اکبر آبادی (مرتب خطوط امیر مینائی) کے مقدمہ اور جناب مٹھی کے دیباچہ سے آراستہ کر کے ایک دلچسپ خاکہ لکھا تھا شائع کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰

حزن آخستہ

آخری تاجدار اودھ واجد علی شاہ نے اپنے مصائب و حالات زندان فرنگ قید خانہ میں بیٹھ کے لکھے تھے زمانہ کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور کوئی جانتا ہی نہ تھا کہ اس عیش پسند بادشاہ نے اپنی داستان غم پر دقلم کی ہے۔ اب مولانا شرف کے پراز معلومات مقدمہ کے ساتھ۔ قیمت غیر مجلد ۲۸ مجلد ۴۰

اسلام کا اثر یورپ پر

آج یورپ اہل اسلام کے ساتھ جو سلوک یا عبادت کر رہا ہے اس سے دنیا واقف ہے۔ مسلمانوں نے جو سلوک یورپ کے ساتھ کیا ہے اس کا محل خاکہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے اور یورپین اہل قلم کے بیانات سے سب کچھ ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۲۴

لکھنے کا پتہ: محمد رفیع خان مالک سٹیشننگ پبلیشرز، لاہور

۲۲۸.
(۷۲۱۹۰)

۱۹۱۵۲۳۱۹

DUE DATE

۳۲۱ ۷۲

<p> 1915 1915 1915 1915 </p>			
Date	No.	Date	No.